کیا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک ساتھ دیوبند میں پڑھا تھا؟

مصنف : عبدالستار ہمدانی
(دارالعلوم غوث اعظم، امام احمد رضا روڈ۔ پوربندر (گجرات))

کیا اعلیٰ حضرت بریلوی اور مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک ساتھ پڑھا تھا؟

(۱) آج کل تبلیغی جماعت کے مبلغین عوام مسلمین کو بہکانے کے لیے ایسا غلط پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ سنی اور وہابی کا اختلاف مذہبی اور اصولی اختلاف نہیں ہے بلکہ ایک نجی اور ذاتی جھگڑے کا ثمرہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی اور مولوی اشرف علی تھانوی دارالعلوم دیوبند میں ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے تھے، طالب علمی کے زمانہ میں ایکدن دونوں میں جھگڑا ہوا، اس کی وجہ سے اعلیٰ حضرت نے غصہ ہو کر مولوی اشرف علی

تھانوی اور دیگر اکابر علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ دے دیا اور تعلیم ادھوری چھوڑ کر دیوبند سے بریلی چلے گئے۔ بریلی آ کر بھی ان کا ملال کم نہ ہوا اور آخر عمر تک وہ اپنے فتویٰ پر قائم رہے۔

(۲) مذکورہ بالا الزام سراسر جھوٹ، کذب صریح اور افتراء مبین ہے جس کے جھوٹ اور غلط ہونے پر تاریخ شاہد ہے اور یہ شہادت ہم اکابر دیوبند ——— کی کتابوں سے دیتے ہیں۔

(۳) پہلے ہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کا یوم ولادت معلوم کریں۔ امام احمد رضا ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ کے دن پیدا ہوئے تھے۔

> مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی سلمہ اللہ تعالیٰ بن مولوی نقی علی خاں بن مولوی رضا علی خاں متوطن بریلی روہیل کھنڈ، نے بتاریخ دس، ماہ دہم یعنی شوال بروز شنبہ ۱۲۷۲ھ عرصہ دنیا میں قدم مبارک رکھا۔ (حوالہ: حیات اعلیٰ حضرت۔ مصنفہ ملک العلماء حضرت مولانا ظفرالدین بہاری، ناشر: قادری بکڈپو بریلی۔ جلد اول۔ ص ۱۱

(۴) مولوی اشرف علی تھانوی کی پیدائش ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کی ہے، مندرجہ ذیل اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

الف —

> حضرت والا کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو چہار شنبہ کے دن بوقت صبح صادق واقع ہوئی۔ (حوالہ: اشرف السوانح .. مصنفہ

تھانوی صاحب کے خلیفۂ خاص خواجہ عزیز الحسن ۔ ناشر مکتبہ تالیفات اشرفیہ ۔ تھانہ بھون ۔ جلد اول، ص ۱۶،

ب

فرمایا کہ میرا سن ولادت سنہ ۱۲۸۰ھ ہجری ہے، پانچویں ربیع الثانی بوقت صبح صادق ۔ مادۂ تاریخی " کرم عظیم " ہے یا " مکر عظیم " کہیے ۔

(حوالہ : حسن العزیز ۔ ضبط کردہ خواجہ عزیز الحسن ۔ ناشر مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون ۔ ضلع مظفر نگر (یوپی) جلد ۱ ملفوظ ۱۰ ص ۱۸)

(۵) امام احمد رضا محدث بریلوی نے بریلی شریف میں اپنے مکان پر ہی اپنے والد محترم حضرت رئیس الاتقیاء علامہ نقی علی خاں، اپنے جد امجد حضرت مولانا رضا علی خاں اور حضرت مولانا غلام عبدالقادر بیگ سے علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کرکے صرف چودہ ۱۴ سال کی عمر میں یعنی سنہ ۱۲۸۶ھ علوم دینیہ کی تکمیل کرلی اور اسی سال سنہ ۱۲۸۶ھ میں ہی آپ مسند افتاء پر جلوہ افروز ہوئے ۔

تمام علوم درسیہ معقول و منقول سب اپنے والد ماجد صاحب سے حاصل کرکے بتاریخ ۱۴ شعبان سنہ ۱۲۸۶ھ سے فاتحہ فراغ کیا اور اسی دن ایک رضاعت کا مسئلہ لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا، جواب بالکل صحیح تھا ۔ والد ماجد صاحب نے ذہن نقاد و طبع وقاد دیکھ کر اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد فرمایا ۔ (حوالہ : حیات اعلیٰ حضرت ۔ مصنفہ ملک العلماء

حضرت مولانا ظفر الدین بہاری۔ ناشر قادری بکڈپو بریلی جلد دوم ص ۱۱

(۶) ۱۲۸۵ھ میں جب امام احمد رضا محدث بریلوی مفتی بن کر اپنے علم کا لوہا علمائے اسلام سے منوا رہے تھے تب مولوی اشرف علی تھانوی کی عمر صرف چھ سال کی تھی۔ تھانوی کی پیدائش ۱۲۸۰ھ کی ہے۔ لہٰذا ان دونوں کا ایک ساتھ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرنا ممکن ہی نہیں۔

(۷) مولوی اشرف علی تھانوی نے پندرہ ۱۵ سال کی عمر کے بعد یعنی کر ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں حصولِ تعلیم کے لیے داخلہ لیا تھا۔ مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

> عربی کی پوری تکمیل دیوبند ہی میں فرمائی اور صرف ۱۹ ر یا ۲۰ ر سال ہی کی عمر میں بفضلہ تعالیٰ فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔ مدرسہ دیوبند میں تقریباً پانچ سال بسلسلۂ طالب علمی رہنا ہوا۔ آخر ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں وہاں داخل ہوئے اور شروع ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل ہو گئے۔
> (حوالہ: "اشرف السوانح" از، خواجہ عزیز الحسن۔ ناشر مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون۔ جلد ۱ ص ۲۴، باب ۹۔

یعنی کہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے تکمیل علوم (۱۲۸۶ھ) کرنے کے نو ۹ سال بعد مولوی اشرف علی تھانوی نے ۱۲۹۵ھ میں طالب علمی شروع کی تھی ایسی صورت میں دونوں کا ایک ساتھ پڑھنا اور ہم سبق ہونا کیسے ممکن ہو سکتا ہے

(۸) مولوی اشرف علی تھانوی نے ۱۳۰۱ھ یعنی کہ جب ان کی عمر ۲۱ سال کی تھی اس وقت امام احمد رضا محدث بریلوی کی عمر شریف ۲۹ سال کی تھی۔ ۱۳۰۱ھ میں جب مولوی اشرف علی تھانوی کی فراغت ہوئی تھی تب امام احمد رضا افق اسلام پر علم کے آفتاب درخشاں کی مانند پورے عالم اسلام میں شہرت حاصل کر چکے تھے۔ کبائر علمائے اسلام نے امام احمد رضا کے علم کا لوہا تسلیم کر کے ان کو اپنا مقتدا اور پیشوا مان چکے تھے، ۱۳۰۱ھ تک امام احمد رضا محدث بریلوی پچھتر ۷۵ کتابیں لکھ چکے تھے۔

> ماہ جمادی الآخر ۱۳۰۰ھ میں مفضلہ بریلی، بدایوں، سنبھل، رامپور وغیرہ نے متفقہ طریقے سے مسئلہ تفضیل میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کا اعلان کیا...... اس وقت تک پچھتر ۷۵ کتابیں تصنیف فرما چکے تھے۔
>
> (حوالہ: حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ علامہ ظفر الدین بہاری۔ ناشر: قادری بکڈپو۔ بریلی۔ جلد ۱ صفحہ ۱۲ اور صفحہ ۱۳۔)

مندرجہ بالا پچھتر ۷۵ کتابوں کی تعداد ۱۳۰۰ھ تک کی ہے اور ۱۳۰۱ھ تک یہ تعداد ایک سو کے قریب پہونچ سکتی ہے۔ المختصر جب مولوی اشرف علی تھانوی ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل ہی ہوئے تھے تب امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تقریباً ایک سو کے قریب "نادر زمن" کتب کے مصنف کی حیثیت سے افق علوم اسلامیہ کے آفتاب کی طرح چمک رہے تھے ایسی صورت میں یہ کہنا کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے ان کے ساتھ تعلیم

حاصل کی تھی، یہ سراسر جھوٹ اور کذب صریح ہے۔
ناظرین کی معلومات میں اضافہ ہو، اس غرض سے ذیل میں
امام احمد رضا محدث بریلوی کی چندان تصانیف کے نام پیش کر رہا ہوں
جو آپ نے ۱۳۰۱ھ تک میں تصنیف فرمائیں تھیں:

- شرح ہدایۃ النحو (عربی) ۱۲۸۰ھ صرف آٹھ سال کی عمر میں
- حاشیہ مسلم الثبوت (عربی) ۱۲۸۲ھ صرف دس سال کی عمر میں
- الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی (عربی) ۱۳۰۰ھ
- النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب (عربی) ۱۲۹۶ھ
- الروض البہیج فی آداب التخریج (عربی) ۱۲۹۶ھ
- ضوء النہایۃ فی اعلام الحمد والہدایہ (عربی) ۱۲۸۵ھ
- السعی المشکور فی ابداء الحق المہجور (عربی) ۱۲۹۰ھ
- بحر الطالب فی شیون ابی طالب (اردو) ۱۲۹۴ھ
- مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین (اردو) ۱۲۹۷ھ
- اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفٰی والآل والاصحاب (اردو) ۱۲۹۸ھ
- البشری العاجلہ من تحف آجلہ (عربی) ۱۳۰۰ھ
- نقاء النیرہ فی شرح الجوہرۃ ملقب بہ النیرہ (اردو) ۱۲۹۵ھ
- احکام الاحکام فی التناول من ید من مالہ حرام (اردو) ۱۲۹۸ھ
- انفس الفکر فی قربان البقر (اردو) ۱۲۹۸ھ
- الامر باحترام المقابر (اردو) ۱۲۹۸ھ
- اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ (اردو) ۱۲۹۹ھ
- حسن البراعہ فی تنفیذ حکم الجماعۃ (عربی) ۱۲۹۹ھ

- النعیم المقیم فی فرحة مولد النبی الکریم (اردو) ۱۲۹۹ھ
- بذل الصفا لعبد المصطفیٰ (اردو) ۱۳۰۰ھ
- المقالة المسفرہ عن احکام البدعة المکفرہ (عربی) ۱۳۰۱ھ
- المجل المسدد ان ساب المصطفیٰ مرتد (عربی۔ اردو) ۱۳۰۱ھ
- الطرة الرضیہ علی النیرة الوضیہ (عربی) ۱۲۹۵ھ
- فصل القضاء فی رسم الافتاء (عربی) ۱۲۹۹ھ
- الجوہر الثمین فیما تتقوی بہ الیمین (عربی) ۱۲۹۹ھ
- الطراز المذہب فی التزویج بغیر الکفو و مخالف المذہب (اردو) ۱۲۹۸ھ
- عبقری حسان فی اجابة الاذان (عربی) ۱۲۹۹ھ
- سواق النار فی حد المصر و الفناء (عربی) ۱۳۰۰ھ
- لمعة الشمعہ فی اشتراط المصر للجمعہ (عربی) ۱۳۰۰ھ
- احسن الجلوہ فی تحقیق المیل والذراع والفرسخ والغلوہ (عربی) ۱۳۰۰ھ
- مرتجی الاجابات لدعاء الاموات (اردو) ۱۲۹۴ھ
- سیف المصطفیٰ علی ادیان الافتراء (اردو) ۱۲۹۹ھ
- فتح خیبر (اردو) ۱۳۰۰ھ
- حل خطاء الخط ۱۲۸۸ھ
- الرائحة العنبریہ عن المجمرة الحیدریہ ۱۳۰۰ھ
- جوابہائے ترکی بہ ترکی ۱۲۹۲ھ
- تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال ۱۲۹۲ھ
- النیرة الرضیہ علی النیرہ الوضیہ ۱۲۹۵ھ
- قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام ۱۲۹۶ھ

- الاسئلۃ الفاضلہ علی الطوائف الباطلہ اردو سنہ ۱۲۹۶ھ
- نور عینی فی الانتصار الامام عینی (عربی) سنہ ۱۲۹۶ھ
- الکلام البہی فی تشبیہ الصدیق بالنبی (اردو) سنہ ۱۲۹۷ھ
- وجہ المشفوق بجلوۃ اسماء الصدیق والفاروق (اردو) سنہ ۱۲۹۷ھ
- نفی الفیٔ عمن تنورہ انار کل شیٔ (اردو) سنہ ۱۲۹۶ھ
- سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ (اردو) سنہ ۱۲۹۷ھ
- اجلال جبرئیل بجعلہ خادماً للمحبوب الجلیل (اردو) سنہ ۱۲۹۸ھ
- ہدی الحیران فی نفی الفیٔ عن شمس الاکوان (اردو) سنہ ۱۲۹۹ھ
- حامد فضل رسول (عربی) سنہ ۱۳۰۰ھ
- مداح فضل رسول (عربی) سنہ ۱۳۰۰ھ
- نذر گدا در تہنیت شادی اسریٰ (اردو) سنہ ۱۳۰۰ھ

---

(۹) مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنہ ۱۳۰۱ھ تک کثیر تعداد میں حواشی، شروح، اور فتاویٰ لکھ چکے ہیں۔ امام احمد رضا کے کثیر تعداد میں لکھے ہوئے فتاویٰ جو صرف آپ نے سنہ ۱۳۰۱ھ تک لکھے تھے، وہ فتاویٰ رضویہ شریف کی بارہ ۱۲ جلدوں میں پھیلے ہوئے ہیں، اور سنہ ۱۳۰۱ھ تک کے اکثر فتاویٰ دستیاب بھی نہیں ہو سکے۔ جو قلیل تعداد میں ہوئے وہی شامل اشاعت ہو سکے۔

الحاصل یہ کہ جب مولوی اشرف علی تھانوی طالب علمی کے دور سے ہمکنار تھے اس وقت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ

کے بجز ناپیدا کنار کی حیثیت سے عالم اسلام کے مابین مشہور اور معروف تھے۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ مولوی اشرف علی تھانوی ان کے ہم سبق تھے، آفتاب کو آئینہ دکھانے کے مانند ہے۔

(۱۰) ۱۲۸۵ھ میں جب امام احمد رضا محدث بریلوی مفتی بن چکے تھے اس عرصہ میں مولوی اشرف علی تھانوی کی والدہ کا انتقال ہوا تھا یعنی کہ تب مولوی اشرف علی تھانوی کی عمر تقریباً پانچ سال کی تھی۔ والدہ کے انتقال کے بعد مولوی اشرف علی تھانوی کی تربیت مولوی اشرف علی تھانوی کے والد نے کی' حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

> حضرت والا کی عمر ابھی غالباً پانچ سال ہی کی تھی کہ والدہ مشفقہ کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ (حوالہ: اشرف السوانح۔ از: خواجہ عزیز الحسن۔ ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون' ضلع مظفر نگر یوپی۔ جلد ۱، باب ۵۔ صفحہ ۱۸)

(۱۱) مولوی اشرف علی تھانوی اپنی والدہ کے انتقال کے بعد جب اپنے والد کی تربیت میں ۱۲۸۵ھ سے لے کر ۱۲۹۵ھ تک دارالعلوم دیوبند میں تحصیل علم کے لیے داخلہ لینے تک رہے' اس عرصہ میں مولوی اشرف علی تھانوی ایسی ایسی شرارت کرتے تھے کہ مہذب آدمی اسے پڑھ کر شرم سے اپنا سر جھکا لے۔ مولوی اشرف علی تھانوی کی شرارتوں پر مشتمل کچھ واقعات

مولوی اشرف علی تھانوی کی سوانح حیات سے اخذ کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

واقعہ نمبر ۱:

مولوی اشرفعلی تھانوی کا اپنے والد کی چارپائی کے پائے باندھ دینا

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی والدہ کے انتقال کے بعد کی اپنی شرارت فخر کے ساتھ اپنی محفل میں بیان کرتے ہیں۔ جو ان کے ہی الفاظ میں حسبِ ذیل ہے:

"خود فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے کیا شرارت سوجھی کہ برسات کا زمانہ تھا مگر ایسا کہ کبھی برس گیا کبھی کھل گیا۔ مگر چارپائیاں باہر ہی بچھتی تھیں۔ جب برسنے لگا چارپائیاں اندر کر لیں۔ جب کھل گیا باہر بچھا لیں۔ والدہ صاحبہ کا تو انتقال ہو چکا تھا بس والد صاحب اور ہم دونوں بھائی ہی مکان میں رہتے تھے، تینوں کی چارپائیاں ملی ہوئی بچھتی تھیں۔ ایک دن میں نے چپکے سے تینوں چارپائیوں کے پائے آپس میں رسی سے خوب کس کر باندھ دیئے۔ اب رات کو جو مینہ برسنا شروع ہوا تو والد صاحب جدھر سے بھی گھسیٹے ہیں تینوں کی چارپائیاں ایک ساتھ گھسٹتی چلی آتی ہیں۔ رسیاں

کھولتے ہیں تو کھلتی نہیں کیوں کہ خوب کس کر باندھی گئی تھیں، کاٹنا چاہا تو چاقو نہیں ملتا۔ غرض بڑی پریشانی ہوئی اور پھر بڑی مشکل سے پائے کھل سکے۔ اور چارپائیاں اندر لے جا سکیں۔ اس میں اتنی دیر لگی کہ خوب بھیگ گئے۔ والد صاحب بڑے خفا ہوئے کہ یہ کیا نامعقول حرکت تھی۔" (حوالہ (۱): اشرف السوانح۔ از: خواجہ عزیز الحسن۔ ناشر: مکتبۂ تالیفات اشرفیہ۔ تھانہ بھون۔ یوپی۔ جلد ۱، باب ۵، صفحہ ۲۰۔ حوالہ ۲: الافاضات الیومیہ۔ ناشر مکتبۂ دانش دیوبند۔ جلد ۲، قسط ۱، ملفوظ ۸۳۷، صفحہ ۲۴۷۔

مذکورہ بالا واقعہ ۱۲۸۵ھ کے بعد کا ہے۔ اس وقت کا ہے جب کہ امام احمد رضا محدث بریلوی تکمیل علوم دینیہ کر کے مفتی کی حیثیت سے خدمت دین اور تصنیف کتب میں ہمہ تن مصروف تھے اور تھانوی صاحب اس وقت شوخی نفس کے جذبے میں اپنے والد صاحب کی چارپائی کے پلئے رسّی سے باندھنے کی شرارت میں غرق تھے۔

معلوم نہیں کہ تھانوی صاحب کے سوانح نگار خواجہ عزیز الحسن نے مذکورہ واقعۂ شرارت کا ذکر کر کے ملت اسلامیہ کو کون سبق اخلاق اور نصیحت دین کرنا چاہا ہے یا پھر خلیفۂ مجاز ہونے کا حق ادا کرنے میں لغو حرکت بھی لکھ ماری۔ اس سے بڑھ کر حیرت انگیز اور نفرت آور تھانوی صاحب کی ایک اور شرارت آمیز حرکت ملاحظہ فرمائیں:

واقعہ نمبر ۲:

تھانوی صاحب کا اپنے بھائی کے سر پر پیشاب کرنا

اپنے بھائی کے سر کو اپنے پیشاب سے تر کر دینے کی اپنی نازیبا حرکت بلا کسی شرم و حیا کے تھانوی صاحب نے اپنی محفل میں بیان فرمائی۔ جو تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ "الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ" میں ۷، ارشوال المکرم ۱۳۵۰ھ کی مجلس کے عنوان کے تحت خود تھانوی صاحب کے الفاظ میں اس طرح ہے کہ:

میں ایک روز پیشاب کر رہا تھا، بھائی صاحب نے آکر میرے سر پر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ ایک روز ایسا ہوا کہ بھائی صاحب پیشاب کر رہے تھے، میں نے ان کے سر پر پیشاب کرنا شروع کر دیا، اتفاق سے اس وقت والد صاحب تشریف لے آئے فرمایا "یہ کیا حرکت ہے"؟ میں نے عرض کیا" ایک روز انہوں نے میرے سر پر پیشاب کیا تھا" بھائی نے اس کا بالکل انکار کر دیا، مختصر سی پٹائی ہوئی اس لیے کہ میرا تو دعویٰ ہی دعویٰ رہ گیا تھا ثبوت کچھ نہ تھا اور میرے فعل کا مشاہدہ تھا۔ غرض جو کسی کو نہ سوجھتی تھی وہ ہم دونوں بھائیوں کو سوجھتی تھی۔

(حوالہ: الافاضات الیومیہ، ناشر: مکتبۂ دانش، دیوبند (یو پی) جلد ۲، قسط ۱، ملفوظ ۸۳، ص ۷۵)

مولوی اشرف علی تھانوی کو دارالعلوم دیوبند میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہم سبق ہونے کا سفید جھوٹ بولنے والے سیاہ کذابین مذکورہ بالا واقعہ کو پڑھ کر ساکت اور مبہوت ہو جائیں گے کہ، یہ واقعہ بھی اس وقت کا ہے جب مولوی اشرف علی تھانوی اپنی والدہ کے انتقال کے بعد اپنے والد کی تربیت میں تھے۔ یعنی کہ ۱۲۸۵ھ کے بہت بعد کا۔ اور اس وقت تھانوی صاحب کی عمر پانچ سال کی نہیں بلکہ زیادہ رہی ہو گی کیوں کہ مذکورہ واقعہ میں تھانوی صاحب نے تفصیل سے واقعہ بیان کیا ہے۔ اپنے والد کا مقولہ، اپنا عذر کرنا اور پھر اپنے والد کے ذریعہ پٹنا تک بیان کیا ہے۔

مذکورہ واقعہ تھانوی صاحب نے اپنی ۷ر شوال ۱۳۵۰ھ کی مجلس میں بیان کیا ہے۔ یعنی کہ تب تھانوی صاحب کی عمر ۷۰ سال کی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تھانوی صاحب کو یہ واقعہ من وعن یاد تھا۔ اب رہا سوال یہ کہ یہ واقعہ کب کا ہے؟ ایک بات تو ثابت ہو چکی ہے تھانوی صاحب کی عمر جب پانچ سال کی تھی تب ان کی والدہ کا انتقال ہوا تھا لیکن پانچ سال کی عمر کی بات تھانوی صاحب کو بالکل یاد نہ تھی۔ یہاں تک کہ اپنی والدہ کی صورت وشکل بھی ....، قارئین کی خدمت میں "اشرف السوانح" کی ایک عبارت پیش کرتا ہوں:

> حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے اپنی والدہ صاحبہ کی صورت شکل تو پورے طور سے یاد ہی نہیں لیکن جب خیال کرتا ہوں تو اتنا یاد آتا ہے کہ ایک چارپائی پر پائنتی کی طرف بیٹھی ہیں۔ بس یہ

ہیئت ذہن میں باقی رہ گئی ہے۔ اور کچھ یاد نہیں رہا کیوں کہ میں بہت ہی چھوٹا تھا۔ چار یا پانچ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔
(حوالہ: "اشرف السوانح"، از: خواجہ عزیز الحسن۔ ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون (یوپی) جلد ۱، باب ۵، ص ۱۸۔

مذکورہ ملفوظ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تھانوی صاحب کو پانچ سال کی عمر کی بات یاد نہیں تھی، حتیٰ کہ والدہ کی ہیئت بھی۔ حالانکہ اولاد اپنے والدین کی شکل و صورت کبھی بھول نہیں سکتی تو جب والدہ کی شکل و صورت یاد نہیں تو اور واقعات پانچ سال کی عمر میں کیونکر یاد رہ سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ تھانوی صاحب نے اپنے بھائی کے سر پر پیشاب کرنے کی شریر حرکت پانچ سال کی عمر میں نہیں بلکہ زیادہ عمر میں کی تھی۔ اگر یہ "حرکت بول" پانچ سال کی عمر میں واقع ہوئی ہوتی تو وہ بھی تھانوی صاحب کو اپنی والدہ کی شکل و صورت کی طرح یاد نہ ہوتی۔

لیکن۔ تھانوی صاحب کو ۱۳۵۰ھ یعنی کہ اپنی عمر کے ۷۰ سال گزرنے کے باوجود اس ہیئت سے یاد تھی کہ یا انہوں نے یہ حرکت جذبہ انتقام کے تحت کی تھی۔ کیوں کہ ایک دن تھانوی صاحب کے بھائی نے تھانوی صاحب کے سر کو پیشاب سے بھگو دیا تھا لیکن تھانوی صاحب بدلہ لے کر ہی رہے۔ مگر وائے بدنصیبی! عین القاء بول کے وقت تھانوی صاحب کے والد کی تشریف آوری ہوئی اور انہوں نے اپنے ہونہار لخت جگر کا کرتوت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ تھانوی صاحب نے اپنے دفاع میں بھائی صاحب

کی سنت پر عمل کرنے کا عذر پیش کیا لیکن یہ عذر قبولیت کے شرف سے محروم رہا۔ نتیجتاً تھانوی کی ان کے والدہ نے پٹائی کی۔ مختصراً یہ کہ تھانوی صاحب نے اپنی محفل میں تفاخراً یہ واقعہ پورے سباق وسیاق کے ساتھ بیان کیا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس وقت تھانوی صاحب کی عمر یقیناً ۵ سال سے زیادہ ہی تھی۔ اوسط اندازہ لیا جائے تو بھی کم از کم دس سال کی عمر ہوگی یعنی کہ ۱۲۹۰ھ کا واقعہ شمار کیا جاسکتا ہے۔ یعنی کہ اس وقت تھانوی صاحب کی عمر دس سال رہی ہوگی۔ اور اس وقت امام احمد رضا محدث بریلوی کو مسند افتاء پر فائز ہوگئے ۵ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔

اور۔ اگر مان بھی لو کہ تھانوی صاحب کی عمر صرف ۵ سال کی تھی تو بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ ۱۲۸۵ھ میں جب امام احمد رضا محدث بریلوی مفتی بن گئے تھے تب تھانوی صاحب اپنے بھائی کے سر پر پیشاب کرنے (موتنے) کی نازیبا حرکت اور شرارت میں مصروف تھے۔ ایسی صورت میں تھانوی صاحب کا امام احمد رضا محدث بریلوی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند میں پڑھنا ممکن ہی نہیں بلکہ ایسا تصور کرنا بھی غیر ممکن ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لینے کے قبل قرآن شریف حفظ کیا تھا، لیکن حافظ قرآن ہوجانے کے باوجود بھی ان کی شرارتیں جاری تھیں، مگر فرق یہ تھا کہ حافظ قرآن ہوجانے کے بعد وہ حالت نماز میں اپنی شرارت کے جوہر وکمال دکھلاتے تھے۔ مندرجہ ذیل واقعہ ناظرین کی خدمت میں پیش ہے۔ جس کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آجائے گی کہ وہابی تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب حافظ قرآن ہوجانے کے بعد بھی اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئے تھے۔ عادت سے

مجبور تھے۔ نفس میں شرارت ہی شرارت بھری تھی۔

خود تھانوی صاحب کا مقولہ ہے کہ "جو ہم دونوں بھائیوں کو سوجھتی تھی وہ کسی کو نہ سوجھتی تھی"۔ لہٰذا تھانوی صاحب کو ایک نرالی شرارت سوجھی۔ عام حالات میں تو شرارت کرتے ہی تھے لیکن اب حالتِ نماز میں بھی شرارت دکھا رہے ہیں:

واقعہ نمبر ۳:

تھانوی صاحب کا نماز میں حافظ جی کو دھوکا دینا قہقہہ مار کر ہنسنا

اور نماز توڑ دینا

نماز میں حافظ صاحب کو دھوکہ دینا اور قہقہہ مار کر ہنسنا اور نماز توڑ دینے کا واقعہ خود تھانوی صاحب کے خلیفہ خاص اپنی کتاب میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

"اور ایک واقعہ حفظ کلام مجید کے بعد کا یاد آیا۔ ایک نابینا حافظ تھے، جن کو کلام مجید بہت پختہ یاد تھا اور اس کا ان کو ناز بھی تھا ان کو حضرت والا قبل بلوغ نوافل میں کلام مجید سنایا کرتے تھے۔ ایکبار رمضان شریف میں دن کو ان سے کلام مجید کا دور کر رہے تھے، حضرت والا نے دور کے وقت ان کو متنبہ کر دیا کہ حافظ جی! میں آج تم کو دھوکہ دوں گا اور یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ فلاں آیت میں دھوکہ دوں گا۔ حافظ جی نے کہا کہ "جاؤ بھی! تم مجھے کیا دھوکہ دے سکتے ہو، بڑے بڑے حافظ تو مجھے دھوکہ دے ہی نہ سکے"۔

حضرت والا جب سنانے کھڑے ہوئے اور اس آیت پر پہونچے
اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ تو بہت ترتیل کے ساتھ پڑھا جیسا کہ
رکوع کرنے کے قریب حضرتِ والا کا معمول ہے۔ اس کے بعد اس سے
آگے جب اَللّٰهُ يَعْلَمُ الخ پڑھنے لگے تو لفظ "اللہ" کو اس طرح بڑھا کر
پڑھا کہ جیسے رکوع میں جارہے ہوں اور تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنے والے
ہوں۔ بس حافظ جی یہ سمجھ کر رکوع میں جارہے ہیں فوراً رکوع میں چلے
گئے۔ ادھر حضرتِ والا نے آگے قرأت شروع کردی۔ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ الخ
اب ادھر حافظ جی تو رکوع میں پہونچے اور ادھر قرأت شروع کردی۔
فوراً ہی حافظ جی سیدھے ہو کر کھڑے ہوئے۔ اس پر حضرت والا کو
بے اختیار ہنسی آگئی۔ اور قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ اور ہنسی سے اس
قدر مغلوب ہوئے کہ نماز توڑ کر الگ ہوگئے" (حوالہ: اشرف السوانح۔
از: خواجہ عزیز الحسن، ناشر مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون (یوپی)
جلد ۱، باب ۵، صفحہ ۲۰)

تھانوی صاحب کو امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہم سبق ہونے کا دعویٰ کرنے والے عناصر مذکورہ واقعہ سے عبرت لیں کہ حفظِ قرآن کے بعد جب تھانوی صاحب "صلاۃ دھوکہ" پڑھ رہے تھے اور ابھی ان کا دارالعلوم دیوبند میں داخلہ بھی نہیں ہوا تھا تب امام احمد رضا محدث بریلوی علم لدنی کے دریا سے عالم اسلام کے لاکھوں تشنۂ علم کی پیاسیں بجھا رہے تھے۔

ان دونوں کی حالت کا تاریخ کے شواہد کی روشنی میں جائزہ لینے سے

یہ بات اظہر من الشمس واضح ہوگئی کہ ان دونوں کا ایک ساتھ تعلیم حاصل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مذکورہ واقعہ سے تھانوی صاحب کی شریر ذہنیت کا بھی پتہ لگتا ہے۔ اول تو یہ کہ تھانوی صاحب شرارت کرنے کے لیے پہلے سے سوچ رہے تھے کہ آج کیا شرارت کروں؟ غور و فکر کے بعد ہی طے کیا کہ آج تو شرارت کے جوہر نماز میں حافظ جی کو دھوکہ دیکر دکھانا چاہیئے اور اپنے مقصد شرارت میں کامل طور پر کامیاب ہونے کے لیے قرآن مجید کی آیت کا انتخاب بھی کر لیا۔

آیت کو ترتیل سے کس طرح پڑھنا کہ حافظ جی دھوکہ کھا جائیں یہ بھی ٹھان لیا۔ اور اپنی ترکیب و فن دھوکہ بازی پر ان کو اتنا اعتماد تھا کہ حافظ جی کو پہلے ہی سے مطلع کر دیا۔ صرف اتنا ہی مطلع نہیں کیا کہ میں دھوکہ دوں گا بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ فلاں آیت میں دھوکہ دوں گا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ تھانوی صاحب کو اپنے فن دھوکہ بازی پر کامل اعتماد تھا بلکہ مہارت تامہ بھی حاصل تھی۔ حافظ جی کو اپنے حافظہ پر ناز تھا اسی لیے تو تھانوی صاحب کو جواب میں کہا کہ "جاؤ بھی! تم مجھے کیا دھوکہ دے سکتے ہو؟ بڑے بڑے حافظ تو مجھے دھوکہ نہ دے سکے"۔ لیکن حافظ صاحب اس حقیقت سے ناواقف تھے کہ جس کو چیلنج دے رہا ہوں وہ کوئی معمولی دھوکے باز نہیں، دھوکے بازوں کی جماعت کا سردار ہے۔ انجام کار حافظ جی دھوکہ کھا ہی گئے۔

اب ذرا تھانوی صاحب کی دھوکہ بازی در حالت نماز کا جائزہ لیں، بحیثیت امام تھانوی قرآن مجید کی قرأت کر رہے تھے لیکن خشوع و

خضوع کا فقدان ہے کیونکہ ذہن میں تو یہی بات ہے کہ کب وہ آیت پر پہونچوں اور ترتیل سے پڑھ کر حافظ کو دھوکہ دوں۔ قرأت قرآن کر رہے ہیں لیکن سب توجہ اس آیت پر ہے جس آیت میں وہ دھوکہ دینے والے تھے۔ وہ آیت آتے ہی تھانوی صاحب نے اس کو ترتیل سے اس طرح پڑھا کہ گویا وہ قرأت پوری کر کے رکوع میں جانیوالے ہوں علاوہ ازیں اللہ یعلم الخ میں لفظ اللہ کو اس طرح پڑھا کہ جیسے رکوع میں جا رہے ہوں۔ پیچھے کھڑے حافظ جی یہ سمجھے کہ تھانوی صاحب رکوع میں جا رہے ہیں وہ بھی رکوع میں چلے گئے، لیکن تھانوی صاحب نے آگے قرأت شروع کر دی۔

اب ذرا دیکھو!

تھانوی صاحب امام ہونے کی حیثیت سے آگے کھڑے ہیں، حالت نماز میں قیام کے دوران نمازی کی نگاہ سجدہ گاہ پر ہوتی ہے، اس کے پیچھے کیا ہو رہا ہے وہ اس کو معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن یہاں تھانوی صاحب آگے سے کس طرح دیکھ رہے تھے کہ حافظ جی رکوع میں چلے گئے ہیں۔ ضرور پیچھے کو مڑ کر دیکھا ہوگا۔ جب حافظ جی رکوع میں گئے اور تھانوی صاحب نے آگے قرأت شروع کر دی۔ تب حافظ جی کو پتہ چلا کہ واقعی میں دھوکہ کھا گیا۔ چھوکرے نے دھوکہ دیدیا اس لئے وہ رکوع سے واپس قیام کی حالت میں آگئے۔ ان کی یہ تمام حرکت تھانوی صاحب آگے امام ہونے کے باوجود دیکھ رہے تھے۔ اپنی کامیابی پر شاداں تھے۔ فن دھوکہ بازی کی کامیابی پر فرط مسرت میں حالت نماز میں قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ ہنسی کا غلبہ اتنا ہوا کہ ضبط کرنا دشوار تھا، اس لیے نماز توڑ دی۔

وہاں تبلیغی جماعت کے حکیم الامت کی حکمت عملی دیکھو، نماز اسلام کا اہم رکن اور افضل العبادات ہے۔ ہر مومن نماز کا وقار اور ادب ملحوظ رکھتا ہے۔ بلکہ غیر مسلم بھی نماز کی تعظیم بجا لاتے ہیں۔ بہت دفعہ تجربہ ہوا ہے ٹرین کے سفر میں کمپارٹمنٹ میں بحیثیت مسافر غیر مسلم بھی ہوتے ہیں وہ اپنی ہنسی مذاق کی باتیں کر رہے ہیں لیکن جب نماز کا وقت ہوتا ہے اور کوئی مسلمان مسافر نماز شروع کرتا ہے فوراً وہ غیر مسلم خاموش ہو جائیں گے۔ اور نماز کا ادب بجا لائیں گے۔

لیکن ولئے افسوس!

وہابی تبلیغی جماعت کے لوگ جن کو حکیم الامت کہتے ہیں فخر محسوس کرتے ہیں وہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نماز کو ایک مضحکہ خیز انداز میں شرارت کی جلئے وقوع بنا رہے ہیں اور وہ بھی کب؟ حافظ قرآن ہو جانے کے بعد۔ جس نے قرآن مجید کے ۳۰ پارے اپنے سینے میں اتارے تھے وہ نماز کی عظمت و وقعت کے لیے اپنے دل میں تھوڑی بھی جگہ نہیں رکھتے تھے۔ شرارت کرنے کی سوجھی بھی تو نماز ہی میں شرارت کرنے کی سوجھی۔ اور وہ بھی قرآن مجید کی آیت میں دھوکہ دے کر۔

ہو سکتا ہے کہ قارئین میں سے کسی صاحب کو میرا وہ جملہ کر تھانوی صاحب دھوکہ بازوں کی جماعت کے سردار ہیں، اچھا نہ لگا ہو۔ لیکن دھوکہ بازی کی فنکاری تھانوی صاحب میں کیسی تھی، اس کا جائزہ لیں، تھانوی صاحب کے خلیفہ خاص خواجہ عزیز الحسن کیا فرماتے ہیں، وہ ملاحظہ ہو:

حضرت اقدس کسی کام سے فارغ ہوتے ہی فوراً تسبیح سنبھالتے تھے

اور بعض اوقات مزاحاً فرماتے کہ میں نے اس کا نام جال رکھا ہے کیوں اس سے لوگ پھنستے ہیں۔ (حوالہ: "خاتمۃ السوانح"۔ از: خواجہ عزیز الحسن۔ ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ۔ تھانہ بھون۔ بار دوم۔ ص۳۸۔

مذکورہ بالا عبارت پر کوئی تبصرہ نہ کرتے ہوئے ناظرین کی خدمت میں تھانوی صاحب کی دھوکہ بازی کی ایک عجیب و غریب حکایت پیش کر رہا ہوں:

ایک شخص درویش یہاں آئے تھے۔ مریدوں کو خوب روٹیاں کھلائیں حتیٰ کہ چھ ہزار کے مقروض ہو گئے۔ مجھ سے کہنے لگے کہ مجھ کو یہ امید تھی کہ مریدوں سے وصول ہو جائے گا۔ مگر وصول کچھ بھی نہیں ہوا۔ آپ فلاں ریاست کے پریذیڈنٹ کو سفارش لکھ دیں کہ وہ اتنی رقم قرض دیدیں۔ میں نے لحاظ میں دب کر لکھ دیا، لیکن اس خیال سے کہ ان پر بار نہ پڑے، اس لیے بمصلحت ایک خط ڈاک میں لکھ کر روانہ کر دیا کہ اس قسم کا خط اگر کوئی شخص لائے تو میری طرف سے اس کو مہتم بالشان نہ سمجھا جائے۔ جو مناسب ہو عمل کیا جائے۔ اب اس صورت میں میری طرف سے ان پر کوئی بار نہ رہے گا۔ جو ان کو مناسب معلوم ہوا ہوگا۔ وہ کیا ہوگا۔ (حوالہ حسن العزیز، مرتبہ حکیم مولوی محمد یوسف بجنوری۔ ناشر: مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون ضلع مظفر نگر، جلد ۳، حصہ ۱، قسط ۱۲، ص۱۰۲۔

(حوالہ۲: کمالات اشرفیہ (۱۹۹۵ء) تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ۔ ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون، باب ۱، ملفوظ ۶۰۳، ص ۱۳۲)

مذکورہ عبارت پر کچھ تبصرہ کرنے سے پہلے ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیں جو مذکورہ عبارت سے ملی جلی ہے اور دھوکہ بازی پر مشتمل ہے۔ خود تھانوی صاحب اپنی دھوکہ بازی کی حرکت کو اپنی مجلس میں تفاخراً اس طرح بیان کرتے ہیں کہ :

بعض لوگ مجھے مجبور کرتے ہیں کہ یہ مضمون سفارش کا لکھ دو، میں ان سے کہہ دیتا ہوں کہ اچھا تم اس کا مسودہ کرلاؤ۔ میں اس کی نقل کر دوں گا۔ چنانچہ وہ اپنی حسب منشا لکھ لاتے ہیں۔ میں اس کی نقل کرکے روانہ کر دیتا ہوں۔ مگر پیچھے سے فوراً ایک کارڈ میں لکھ کر ڈاک میں بھیج دیتا ہوں کہ فلاں فلاں مضمون کا خط تمہارے پاس پہنچے گا، وہ میرا مضمون نہیں ہے، تم اس کے موافق عمل کو ضروری نہ سمجھنا۔

(حوالہ ۱) "حسن العزیز" ناشر، مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون، جلد ۲، حصہ ۲، قسط ۱۵، ملفوظ ۱۳۸، ص ۲۳۔ حوالہ ۲ "کمالات اشرفیہ" ناشر: ادارۂ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون۔ سن اشاعت ۱۹۹۵ء، باب ۲، ملفوظ ۵۰، ص ۳۲۵۔

مذکورہ اقتباسات کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ پڑھیں اور تھانوی صاحب کی شان فراڈ کی داد دیں۔ پہلی عبارت خاتمہ السوانح میں تھانوی صاحب کا کہنا کہ،

میں نے تسبیح کا نام "جال" رکھا ہے۔ کیوں کہ اسی سے لوگ پھنستے ہیں"

اس جملہ سے تھانوی صاحب کی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے۔

تسبیح، جو کہ عبادت کی نشانی ہے، اس تسبیح کو تھانوی صاحب "جال" کا خطاب عطا فرما رہے ہیں اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اسی سے لوگ پھنستے ہیں۔ تو کیا تھانوی صاحب لوگوں کو پھنسانے کے لیے ہاتھ میں تسبیح لے کر بیٹھتے سمجھتے کہ "آجا، پھنس جا"۔

تبلیغی جماعت کے اکثر مبلغین ہر وقت ہاتھ میں کیا اسی مقصد کے تحت تسبیح لیکر گھومتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملت اسلامیہ کے کروڑوں بھولے بھالے افراد ان کے جبہ، دستار اور تسبیح کو دیکھ کر دھوکہ کھا گئے اور ان کے دام فریب کے شکار بنکر گمراہیت کی راہ پر چل نکلے ہیں۔

دوسری اور تیسری عبارت میں خود تھانوی صاحب اعتراف کرتے ہیں کہ میں لوگوں کو دھوکہ دیتا ہوں۔ ایک درویش چھ ہزار کے مقروض تھے انہوں نے تھانوی صاحب کو کسی ریاست کے پریذیڈنٹ کو سفارش کا خط لکھ دینے کی گذارش کی تو تھانوی صاحب نے سفارش کا خط لکھ دیا۔

وہ مقروض درویش تو خوش ہو گئے ہوں گے کہ واہ! کام بن گیا، حضرت نے سفارش کا خط لکھ کر میرا کام کر دیا۔ خوشی خوشی وہ درویش تھانوی صاحب کا خط لیکر سفر کی تکلیفیں جھیل کر ریاست کے پریذیڈنٹ کے پاس پہونچے ہوں گے اور یہی امید لیکر گئے ہوں گے کہ خط دیتے ہی میرا کام ہو جائیگا۔

لیکن۔ اس درویش کو کیا معلوم کہ جس خط کو وہ اپنی آرزو اور امید کے پورا ہونے کا سبب سمجھ کر ایک قیمتی سرمایہ کی حیثیت سے حفاظت کر رہے تھے وہ اب ردی کاغذ کی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ درویش نے

تھانوی صاحب سے رخصت لی اور فوراً تھانوی صاحب نے فن دھوکہ بازی کے جوہر دکھاتے ہوئے بذریعہ ڈاک ایک الگ خط مکتوب الیہ کو لکھ دیا، کہ میرا اس قسم کا خط لیکر کوئی شخص آپ کے پاس آئے تو اس خط کے مطابق عمل نہ کرنا بلکہ آپ کو جو مناسب معلوم ہو اس کے مطابق عمل کرنا۔

اب جب وہ مقروض درویش تھانوی صاحب کا خط لے کر ریاست کے پرنڈینٹ کے پاس گئے ہوں گے تو انہوں نے اس خط پر قطعاً التفات نہ کیا ہوگا بلکہ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ وہی خط ہے جس کی مجھ کو تھانوی صاحب نے بذریعہ ڈاک اطلاع دی ہے، لہٰذا، اب اس پر کوئی توجہ دینے کی ضرورت نہیں۔

قارئین حضرات سے گذارش ہے کہ آپ سوچیں اگر مقروض درویش کو پہلے ہی سے تھانوی صاحب انکار کردیتے تو یہ ایک الگ بات تھی لیکن تھانوی صاحب نے سیاسی لیڈر کی طرح منہ پر میٹھا اور پیٹھ پر کڑوا، کا رول ادا کیا۔ درویش کو سفارش کا دستی خط دیا۔ وہ درویش خط لیکر سفر کا خرچ اور مشقت برداشت کرکے مکتوب الیہ کے پاس پہنچے اور وہاں سے کھوٹے سکے کی طرح واپس آئے۔ کیا یہ دھوکہ بازی نہیں؟ کیا دیانتداری ہے؟ کیا اسلام کی یہی تعلیم ہے؟ ملت اسلامیہ کے مجدد ہونے کا دعویٰ کرنے والے کا یہی کردار ہوتا ہے؟

تھانوی صاحب کی محبت میں اندھے کسی نے تھانوی صاحب کے دفاع میں یہ کہا کہ وہ درویش تھانوی صاحب کو سفارشی خط لکھنے کے لیے تنگ کر رہے تھے اور دماغ کھا رہے تھے اور تھانوی صاحب نے جان چھڑانے کے لیے اس درویش کو اس ترکیب سے دفع کیا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ

تھانوی صاحب کے ڈبل پالیسی والے خطوط کا صرف یہی ایک واقعہ نہیں بلکہ تھانوی صاحب کا یہی معمول تھا کہ وہ ہمیشہ سفارش کا دستی خط کسی کو دینے کے بعد مکتوب الیہ کو ڈاک سے ایک الگ خط لکھ کر مطلع کر دیتے کہ فلاں مضمون کا خط تمہارے پاس پہونچے گا وہ میرا مضمون نہیں تم اس کے مواق عمل کو ضروری نہ سمجھنا۔

مذکورہ خط میں تھانوی صاحب نے تاویل کا پہلو رکھا ہے جس کے غلط ہونے پر طویل تبصرہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن مضمون کی طوالت کا خیال کرتے ہوئے صرف اتنا کہنا کہ عوام مسلمین کو دھوکا دینا، ان کو اذیت پہونچانا، ان کو جان، مال اور وقت کا نقصان پہونچانا، تھانوی صاحب کے لیے عام بات تھی۔

تھانوی صاحب کی سوانح حیات پر مشتمل کتابوں سے ایسے کئی حوالے دستیاب ہیں جس میں تھانوی صاحب نے دھوکہ بازی کی اور لوگوں کو دھوکہ بازی کی تعلیم دی۔ انشاء اللہ تعالیٰ، تھانوی صاحب کی دھوکہ بازی پر ایک الگ کتاب مرتب کروں گا جس میں وہ تمام واقعات شامل کتاب کروں گا۔ اس وقت تو ہمیں صرف ہمیں اس بات پر بحث کرنی ہے کہ کیا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اور مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک ساتھ دار العلوم دیوبند میں پڑھا تھا؟

اس ضمن میں ہم نے قارئین کی خدمت میں کئی تاریخی شواہد پیش کیے ہیں جن کے مطالعہ سے قارئین اس بات پر متفق ہو گئے ہوں گے کہ ان دونوں کا ایک ساتھ تعلیم حاصل کرنا ممکن ہی نہیں۔

امام احمد رضا بریلوی نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے قبل عمر شمع جب پوری دنیا کے علما سے اپنے علم کا لوہا منوا رہے تھے اور آپ کی

زبان فیض ترجمان سے، آپ کے کردار سے، آپ کے عمل سے اور آپ کے قلم کی نوک سے علم وعرفان ومعرفت کے دریا بہا رہے تھے تب تھانوی صاحب اپنے بچپنے کی بچکانہ اور جاہلانہ شرارتوں کی حرکتوں میں گرفتار تھے۔ تھانوی صاحب نے اپنی عمر کے ستر سال گزارنے کے بعد بھی ابھی وہ حرکتیں بھولے نہیں تھے اور اپنے بچپن کی حرکتوں کے واقعات تفاخر اور تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرتے تھے۔

"الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ" میں ۷، ارشوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ کے عنوان کے تحت تھانوی صاحب کی زبانی تھانوی صاحب کی بچپن کی کچھ شرارتیں مذکور ہیں۔ ان میں سے اپنے بھائی کے سر پر پیشاب کرنے کی شرارت اور اپنے والد کی چارپائی کے پائے رسی سے باندھنے کی شرارت تو آپ پڑھ چکے۔ آئیے تھانوی صاحب کی ان شرارتوں میں سے دو شرارتیں آپ کو دکھائیں۔

تھانوی صاحب نے نمازیوں کے جوتے شامیانہ پر پھینک دیئے

خود تھانوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

> ایک مرتبہ میرٹھ میں میاں الٰہی بخش صاحب مرحوم کی کوٹھی میں جو مسجد ہے، سب نمازیوں کے جوتے جمع کر کے اسکے شامیانہ پر پھینک دیئے۔ نمازیوں میں غل مچا کہ جوتے کیا ہوئے۔ ایک شخص

نے کہا کہ یہ لٹک رہے ہیں، مگر کسی نے کچھ نہ کہا ۔ یہ خدا کا فضل تھا۔ باوجود ان حرکتوں کے اذیت کسی نے نہیں پہونچائی۔ وہی مقصد رہا جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؏

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ
ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے

یہ سب اللہ کی طرف سے ہے ورنہ ایسی حرکتوں پر پٹائی ہوا کرتی ہے ۔

(حوالہ: الافاضات الیومیہ، ناشر: مکتبۂ دانش، دیوبند (یوپی) جلد ۲، قسط ۱، ملفوظ ۳۷، ص ۴۵ ۔

مذکورہ واقعہ میں تھانوی صاحب نے اپنی شرارت کے ضمن میں جو کہا کہ "یہ سب اللہ کی طرف سے ہے ورنہ ایسی حرکتوں پر پٹائی ہوا کرتی ہے"۔ یہ جملہ تھانوی صاحب نے تحدیث نعمت کے طور پر کہا ہے، گویا کہ تھانوی صاحب اپنی نازیبا حرکت پر پٹائی نہ ہونا من جانب اللہ بتا رہے ہیں، حالانکہ خود تھانوی صاحب کو اعتراف ہے کہ میری یہ حرکت پٹائی کی اور سزا کی مستحق ہے ۔

لیکن ۔ تھانوی صاحب بارگاہِ خداوندی میں اپنی مقبولیت کی شوخی ظاہر کرتے ہیں کہ مقبولانِ بارگاہِ خداوندی کی خدا حفاظت فرماتا ہے ۔ واہ تھانوی صاحب واہ! بارگاہِ خداوندی کے مقبول ہونے کی شوخی میں یہ بھول گئے کہ بارگاہِ خدا کے مقبول بندے مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آنے والوں کے جوتے شامیانے پر پھینکا کرتے ہیں ؟

ارے ، بارگاہ خدا کا مقبول تو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آنے والوں کی ہر ممکن خدمت کرنے کی کوشش کرے گا، نمازیوں کے جوتوں کی حفاظت کرے گا۔ نہ کہ جوتوں کو شامیانہ پر پھینک کر نمازیوں کو پریشان کرے گا۔ اس پر طرہ یہ کہ اپنی مذموم حرکت کو اپنی شان مقبول بارگاہ خداوندی کی حیثیت سے تھانوی صاحب نے اپنے بڑھاپے کے دنوں میں تفاخراً بیان کرکے ملت کو کون سے اخلاق سکھا رہے ہیں بچپن میں تو شرارت کی لیکن بڑھاپے میں بھی کیا وہ سٹھیا گئے تھے کہ اپنی بے شرم حرکت کو تحدیث نعمت کے طور پر بیان کر رہے ہیں۔

تھانوی صاحب نے اپنے سوتیلے ماموں کی دال کی رکابی میں کتے کا پلہ ڈال دیا۔

تھانوی صاحب اپنی ایک اور شرارت اس طرح بیان کرتے ہیں:

> ایک صاحب تھے سیکری کے ہماری سوتیلی والدہ کے بھائی بہت ہی نیک اور سادہ آدمی تھے۔ والد صاحب نے ان کو ٹھیکہ کے کام پر رکھ چھوڑا تھا۔ ایک مرتبہ کمسریٹ سے گرمی میں بھوکے پیاسے پریشان گھر آئے اور کھانا نکال کر کھانے میں مشغول ہوئے۔ گھر کے سامنے بازار ہے۔ میں نے سڑک پر سے ایک کتے کا پلہ چھوٹا سا

پکڑ کر گھر لاکر ان کی دال کی رکابی میں رکھ دیا۔ بیچارے روٹی چھوڑ کر کھڑے ہوگئے اور کچھ نہیں کہا۔ (حوالہ: الافاضات الیومیہ، ناشر: مکتبۂ دانش دیوبند یوپی) جلد ۲ قسط ۱ ملفوظ ۳۰ ص ۲۷۵

تھانوی صاحب کی والدہ کا انتقال تھانوی صاحب کی عمر جب پانچ سال کی تھی تب ہوا تھا یعنی کہ ۱۲۸۵ھ میں ہوا تھا۔ اس وقت امام احمد رضا محدث بریلوی تمام علوم دینیہ کی تکمیل کر چکے تھے۔ تھانوی صاحب کی والدہ کے انتقال کے بعد تھانوی صاحب کے والد نے عقد ثانی کیا تھا۔ تھانوی صاحب کی سوتیلی ماں کے ایک بھائی تھے جو بقول تھانوی صاحب صرف نیک ہی نہیں بلکہ بہت ہی نیک اور ساتھ میں سادہ آدمی بھی تھے۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ تھانوی صاحب کو اپنے سوتیلے ماموں کے افعال و کردار برابر یاد تھے اور وہ بھی ۱۳۵۰ھ یعنی کہ جب تھانوی صاحب ۷۰ سال کے بوڑھے ہو چکے تھے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ اپنے سوتیلے ماموں کی دال کی رکابی میں کتے کا پلہ ڈالنے کا واقعہ ۱۲۸۵ھ کے بہت بعد کا ہے۔ کیونکہ تھانوی صاحب کی والدہ کا انتقال ۱۲۸۵ھ میں جب ہوا تھا تب تھانوی صاحب کی عمر صرف پانچ سال کی تھی اور تھانوی صاحب کو پانچ سال کی عمر کا کچھ بھی یاد نہ تھا یہاں تک کہ اپنی والدہ کی شکل و صورت تک یاد نہ تھی (جس کا حوالہ پچھلے صفحات میں بیان ہو چکا۔)

لیکن۔ یہاں اس واقعہ میں تھانوی صاحب کو سب کچھ یاد ہے

اپنے سوتیلے ماموں نیک اور سادہ آدمی تھے بلکہ وہ جس رکابی میں کھا رہے اور جس میں تھانوی صاحب نے کتے کا پلہ ڈال دیا تھا اس رکابی میں دال تھی - دال کے علاوہ اور کوئی سالن یا ترکاری نہ تھی - گھر کے سامنے بازار تھا اور اسی بازار سے تھانوی صاحب نے کتے کا پلہ پکڑ کر اپنے سوتیلے ماموں کی دال کی رکابی میں ڈالا تھا، وہ بھی تھانوی صاحب کو یاد ہے - تھانوی صاحب کے ماموں کھانا چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور کچھ نہیں کہا، یہ بھی تھانوی صاحب کو یاد ہے - اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ واقعہ سنہ ۱۲۸۵ھ کے بہت بعد کا ہے -

قارئین کی خدمت میں ایک مزید معلومات فراہم کرنے کی غرض سے عرض ہے کہ اگلے صفحات میں واقعہ نمبر ۱

* تھانوی صاحب کا اپنے والد کی چارپائی کے پائے رسی سے باندھنا۔ کا جو واقعہ بیان کیا ہے وہ "اشرف السوانح" جلد اول صفحہ ۲ کی عبارت لفظ بلفظ نقل کیا ہے اور وہ حوالہ نمبر ۱ ہے - لیکن حوالہ نمبر ۲ میں:

* الافاضات الیومیہ" جلد ۸ قسط ۱ ملفوظ ۳۷ صفحہ ۲۷، ۲۸ لکھا ہے اس حوالے کی عبارت میں یہ لکھا ہے کہ تھانوی صاحب کہتے ہیں:

" صحیح تو یاد نہیں کہ اس حرکت پر کوئی پیٹ لگا، یا نہیں "

(حوالہ مذکورہ بالا)

تھانوی صاحب نے اپنے والد کی چارپائی کے پائے رسی سے باندھنے کا واقعہ تھانوی صاحب کی والدہ کے انتقال کے بعد کا یعنی کہ سنہ ۱۲۸۵ھ کے بعد کا ہے لیکن اس واقعہ میں مذکور تھانوی صاحب کی حرکت پر تھانوی صاحب کو یاد نہیں لیکن اپنے سوتیلے ماموں کی دال کی رکابی میں

کتے کا پلہ ڈالنے کی حرکت پر سوتیلے ماموں نے کچھ کہا نہیں، یہ تھانوی صاحب کو برابر یاد رہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ" دال کی رکابی میں کتے کا پلہ ڈالا واقعہ ۱۲۸۵ھ کے بہت بعد کا ہے۔ یعنی اس وقت کا ہے جب امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان آفتاب علم وہدایت کی حیثیت سے عالم اسلام میں چمک دمک رہے تھے۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ، مولوی اشرف علی تھانوی ان کے ہم سبق تھے، سراسر جھوٹ، حماقت، بے وقوفی اور استہزائیہ ہے۔

الحاصل! تھانوی صاحب کا امام احمد رضا کے ساتھ پڑھنا ایک غیر ممکن تصوری ہے کیونکہ جب امام احمد رضا تکمیل علوم دینیہ کے بعد ایک عظیم مفتی کی حیثیت سے خدمت دین میں ہمہ تن مصروف تھے، اس وقت تھانوی صاحب بالکل جاہل تھے اور جہالت کے اندھیرے میں بھٹکنے کے باعث ایسی ایسی حرکتیں کرتے تھے کہ وہ حرکتیں دیکھ کر ایک جاہل بلکہ فٹ پاتھ کے موالی کا بھی سر شرم سے جھک جائے، مثلاً:

(۱) تھانوی صاحب نے اپنے والد کی چارپائی کے پلٹے رسی سے باندھ دیئے نتیجتاً برسات میں چارپائیاں بھیگ گئیں۔

(۲) تھانوی صاحب نے اپنے بھائی کے سر پر پیشاب کیا۔

(۳) میاں الٰہی بخش کی مسجد کے نمازیوں کے جوتے تھانوی صاحب نے شامیانہ پر ڈال دیئے۔

(۴) تھانوی صاحب نے اپنے سوتیلے ماموں کی دال کی رکابی میں کتے کا پلہ ڈال دیا۔

کیا، اب بھی یہ دعویٰ ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی اور مولوی اشرف

مل تھانوی نے ایک ساتھ پڑھا تھا ۔ ؟ ہرگز نہیں ۔ ان دونوں کا ایک ساتھ پڑھنا ممکن ہی نہیں بلکہ ساتھ میں پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔

اختتام پر صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ :

نہ تم صدمے ہمیں دیتے ، نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ ، نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

فقط والسلام

مورخہ ۵ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ
مطابق ۱۵ جنوری ۱۹۹۷ء چہار شنبہ

بارگاہ رضا کا ادنیٰ سوالی
عبدالستار حبیب ہمدانی پوربندر
برکاتی ، رضوی ، نوری

سلسلہ اشاعت ۲۳

نام کتاب ـــــ تاریخ کے آئینے میں
مصنف ـــــ مولانا عبدالستار صاحب ہمدانی رضوی دارالعلوم غوث اعظم امام احمد رضا روڈ پوربندر (گجرات)
حسب فرمائش ـــــ مولانا مفتی محمد انور علی رضوی نانپاروی ایم اے مدرس جامعہ منظر اسلام بریلی شریف
باہتمام ـــــ جناب خلیل احمد صاحب صدیقی چوڑی مرچنٹ گلی منیہاران بریلی
بسعی جمیل ـــــ محمد طارق رضا نوری ، وکیل احمد رضوی
سن اشاعت جدید ـــــ ذی الحجہ سنہ ۱۴۱۹ھ / اپریل سنہ ۱۹۹۹ء
تعداد ـــــ ایک ہزار
ناشر ـــــ مکتبہ المصطفےٰ قادری مسجد گلی منیہاران بریلی شریف